شریعت کورٹ آزاد کشمیر کے اختیارات اور حالیہ صدارتی آرڈیننس

مولانا زاہد الراشدی

دس جولائی کو پلندری آزاد کشمیر میں مولانا سعید یوسف خان کے فرزند کے ولیمہ کے موقع پر آزاد کشمیر کے چند سرکردہ علماء کرام نے توجہ دلائی کہ ریاست آزاد جموں وکشمیر میں سردار محمد ابراہیم خان مرحوم اور سردار محمد عبدالقیوم خان مرحوم کی حکومتوں کے دور میں حضرت مولانا محمد یوسف خان اور دیگر اکابر علماء کرام کی مساعی سے ضلع اور تحصیل کی سطح پر مقدمات کی سماعت کے لیے جج اور قاضی کے اشتراک سے دورکنی عدالت کا جو نظام شروع ہوا تھا اور جس سے لوگوں کے تنازعات شریعت کے مطابق طے ہونے کا سلسلہ چلا آرہا ہے، اسے ختم کرنے اور ہائی کورٹ کی سطح پر قائم شرعی عدالت کو غیر مؤثر بنانے کے لیے سرکاری سطح پر بعض اقدامات عمل میں آچکے ہیں اور کچھ اقدامات زیر تجویز ہیں جن کے بارے میں مؤثر آواز اٹھانے کی ضرورت ہے۔ میں نے ان حضرات سے عرض کیا کہ اس کے بارے میں موجودہ صورتحال سے تحریری طور پر آگاہ کیا جائے تاکہ اس کی بنیاد پر بات کی جاسکے۔ جبکہ اس سے اگلے روز مظفر آباد کے ایک بڑے اخبار میں آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے سربراہ سردار عتیق احمد خان کا بیان بھی نظر سے گزرا کہ مجاہد اوّل سردار محمد عبدالقیوم خان مرحوم کے دور میں شریعت کورٹ، اسلامی نظریاتی کونسل، افتاء کا نظام اور ضلع وتحصیل کی سطح پر قاضی صاحبان کے تقرر کے جو اقدامات کیے گئے تھے اور جو کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں، انہیں ختم کرنے کا پروگرام بنایا جارہا ہے جو قابل قبول نہیں ہے اور مسلم کانفرنس ایسے اقدامات کی مزاحمت کرے گی۔ اس پس منظر میں آزاد کشمیر کے بعض علماء کی طرف سے معروضی صورت حال کے حوالے سے ایک رپورٹ مجھے بھجوائی گئی ہے جو اس کالم کے ذریعے قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ پاکستان اور آزاد کشمیر کی دینی وسیاسی جماعتوں سے ہماری گزارش ہے کہ وہ اس کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لیں اور ریاست آزاد جموں وکشمیر میں اسلامائزیشن کے سلسلے میں اب تک کیے جانے والے اقدامات کو باقی رکھنے کے لیے مؤثر کردار ادا کریں۔ مئی 2017 میں آزاد کشمیر کی حالیہ گورنمنٹ مسلم لیگ (ن) جس کے وزیراعظم راجہ فاروق حیدر ہیں، نے صدر ریاست سے چند آرڈیننس جاری کروائے جس کے ذریعے سے شریعت کورٹ آزاد کشمیر کے بعض اختیارات واپس لے کر ہائی کورٹ آزاد کشمیر کو دے دیے گئے۔ آزاد جموں وکشمیر (تعزیراتی) قوانین نفاذ ایکٹ 1974 کی دفعات 23 اور 25 میں ترمیم کرتے ہوئے شریعت کورٹ کے الفاظ کو ختم کر کے ہائی کورٹ کے الفاظ شامل کیے گئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قصاص، دیت اور حدود کے تمام قوانین میں اپیل ونگرانی کے تمام اختیارات جو شریعت کورٹ کو حاصل تھے وہ اب ہائی کورٹ کو

حاصل ہوگئے ہیں۔اور ساتھ ہی اسی ایکٹ کی دفعہ 31 میں ترمیم کر دی گئی جس کے مطابق تمام مقدمات جو فائلوں کی شکل میں شریعت کورٹ کے پاس موجود ہیں، ہائی کورٹ کے حوالے کر دیے گئے۔آزاد کشمیر میں تحصیل وضلع کی سطح پر تحصیل قاضی، سینئر تحصیل قاضی، ایڈیشنل ضلع قاضی اور ضلع قاضی، قصاص و دیت اور حدود قوانین کے مقدمات کی سماعت اور فیصلے کرتے ہیں جن کے ساتھ دوسرے ممبر عدالت جج ہوتے ہیں۔چونکہ قرآن وسنت کا گہرا علم اور لا اینڈ شریعہ کی ڈگری کے حامل قاضی صاحبان ہی ان مقدمات میں فیصلے تحریر کرتے ہیں (جن میں ضابطہ جاتی کارروائی کے لیے ساتھی جج بھی اپنے دستخط کرتے ہیں) اس لیے ان کے فیصلوں کے خلاف اپیلیٹ شریعت کورٹ کا ہونا فطری تھا۔ بلکہ ریاست کے مؤقر علماء کرام 1993ء سے قائم شریعت کورٹ کو آئینی عدالت بنائے جانے، اور اس میں وکلا یا سیشن جج سے جج کے ساتھ قاضی صاحبان اور علماء کرام سے جج شریعت کورٹ لگانے کا دیرینہ مطالبہ رکھتے تھے۔لیکن اس جائز اور قانونی مطالبے کے حل کی بجائے حکومت نے شریعت کورٹ کو حاصل شدہ اختیارات ختم کر دیے۔ایک دوسرا آرڈیننس مذہبی طبقے کو مطمئن کرنے کے لیے شریعت کورٹ ایکٹ میں ترمیم کرتے ہوئے ایک عالم جج کو شریعت کورٹ میں لگانے کا قانون بنایا جس کے مطابق اسلامی قانون اور تحقیق میں پندرہ سال کا تجربہ رکھنے والا عالم ہائی کورٹ کے جج کے برابر تنخواہ اور مراعات لے گا اور صدر آزاد کشمیر اس کو منتخب کرے گا۔شریعت کورٹ کا چیف جسٹس وہی ہوگا جو چیف جسٹس ہائی کورٹ ہوگا۔اور عالم جج کے ساتھ دو سینئر ترین جج ہائی کورٹ بطور شریعت کورٹ جج بھی کام کریں گے اور جج شریعت کورٹ کہلائیں گے۔ چنانچہ اس طرح اولاً تو قتل، قصاص، دیت اور حدود قوانین کے مقدمات کی نگرانی یا اپیل کی سماعت اس عالم جج یا جج شریعت کورٹ کے اختیار سماعت سے نکال دیے گئے، اس لیے بطور برکت یہ عالم جج وہاں براجمان ہوگا۔ ثانیاً اگر کوئی شہری یا ضلعی عدالت کسی قانون کے شرعی و غیر شرعی ہونے کی نسبت درخواست لے کر اس شریعت کورٹ کے پاس جائیں گے تو اس سے کوئی کارآمد نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔ثالثاً اگر عالم جج یہ کہے گا کہ فلاں قانون قرآن وسنت کے خلاف ہے اسے تبدیل کیا جائے تو اس کا یہ حکم اس وقت تک نافذ العمل نہ ہوگا جب تک دوسرے دو جج، جو وکلا یا سیشن جج سے منتخب ہونے کی صورت میں آئے ہوئے ہیں، اتفاق نہ کر لیں۔اس طرح جو خود قرآن وسنت سے واقف نہ ہوں وہ موجودہ قوانین کو قرآن وسنت سے ہم آہنگ کرنے سے معذور ہوں گے۔ جو نصوص اور احکام کی آیتوں کے نزول اور اجتہادی آرا کا علم نہ رکھتے ہوں وہ کس طرح اس عالم جج سے اتفاق کریں گے اور جن حضرات کو شریعت کا گہرا علم تو دور کی بات سرسری علم بھی نہ ہو، وہ کیا اس ریاست میں اسلامائزیشن کے کام کو آگے بڑھا سکتے ہیں؟ اس طرح یہ شریعت کورٹ کے ساتھ منظم طریقے سے مذاق کیا گیا ہے۔
ایک اہم بات یہ ہے کہ سپریم کورٹ آف آزاد جموں وکشمیر کے 2014 کے شریعت کورٹ کی تشکیل نو کے فیصلے میں بھی یہ حکم دیا گیا تھا کہ اسے ایک مضبوط اور آئینی عدالت بنایا جائے اور فیڈرل شریعت کورٹ کی طرز پر بنایا جائے، اب یہ آرڈیننس

سپریم کورٹ کے فیصلہ کی خلاف ورزی ہے اور توہین عدالت کے مترادف ہے۔ کیونکہ فیڈرل شریعت کورٹ کا مستقل چیف جسٹس ہے، مستقل ججز ہیں، الگ سے بجٹ ہے، حدود قوانین میں اپیلیٹ کورٹ ہے، لیکن شریعت کورٹ آزاد کشمیر کے عناصر ترکیبی میں ان میں سے ایک بات پر بھی عمل نہیں کیا گیا۔

گزشتہ دنوں روزنامہ سیاست کی وساطت سے سابق چیف جسٹس ہائی کورٹ وسابق جج سپریم کورٹ آف آزاد کشمیر کا عجیب قسم کا کالم پڑھ کر احساس ہوا کہ اتنے بڑے عہدے پر فائز رہنے والی شخصیت کی سوچ کا کیا انداز ہے۔ انہوں نے اپنے کالم میں لکھا ہے کہ 1999 میں ہائی کورٹ آزاد کشمیر کے ایک فل بینچ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ شریعت کورٹ الگ نہیں ہونی چاہیے بلکہ ہائی کورٹ کے پاس ہی اس کے اختیارات ہونے چاہئیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہائی کورٹ کو اپنی ہی سطح اور برابر کی عدالت کے خلاف کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایسا کوئی فیصلہ اس وقت کی سپریم کورٹ بحال رکھتی تو 1999 سے 2014 تک وہی شریعت کورٹ کیسے قائم اور برقرار رہی؟ علاوہ ازیں کیا ہائی کورٹ کا وہ فیصلہ سپریم کورٹ کے موجودہ 2014 کے فیصلہ کے بعد بھی برقرار ہے، اور کیا بڑی عدالت کے مابعد والے فیصلہ پر حاوی ہوسکتا ہے؟ موصوف نے یہ بھی لکھ دیا کہ ضلعی سطح کے دورکنی عدالتی نظام کو یک رکنی کر دیا جائے یعنی قاضی کا منصب ختم کر دیا جائے، اور کہا ہے کہ مسلم لیگ (ن) کی گورنمنٹ کو آئینی اور قانونی اصلاحات کے لیے مینڈیٹ ملا ہے۔ جبکہ ضلعی سطح کا نظام 1974 سے خوبصورتی کے ساتھ چل رہا ہے جس میں 62 علما کرام جو قانون وشریعت کا گہرا علم رکھنے والے لوگ ہیں، بطور قاضی اس نظام کو احسن طریقے سے چلا رہے ہیں اور علمی وقانونی شاہکار فیصلے تحریر کرتے ہیں۔ اور ریاستی اسمبلی نے ایک ایکٹ کے ذریعے اسلامائزیشن کا بہترین نظام قائم کر رکھا ہے، اس کو یک رکنی کرنے کا کیا فائدہ ہے اور یہ دینی تقاضوں اور تحریک آزادئ کشمیر کی روح کو متاثر کرنے والا کام آخر کیوں کیا جائے؟ یہ ریاست اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے بذریعہ جہاد حاصل کی گئی تھی، کسی سیکولر ایجنڈے یا لادینی نظام کو رائج کرنے کے لیے نہیں حاصل کی گئی تھی۔ اب یہ حکومت مزید قوانین نافذ کر رہی ہے اور اصلاح کے نام پر ریاست کے دینی ماحول کو کمزور کرنے کے راستے پر گامزن ہے اور دورکنی عدالتی نظام میں مولوی کی شناخت ختم کرنے کے لیے بے تاب ہے۔ اس اگلے مرحلے کو آسان بنانے کے لیے جان بوجھ کر چند ترامیم کی گئی ہیں اور بعض دوسری ترامیم کے لیے سفارشات تیار کی گئی ہیں۔ چند ایک کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔

پہلی مثال: Juvenile Justice System کے تحت یہ قوانین بنائے جا رہے ہیں کہ نابالغ ملزمان (اٹھارہ سال سے کم عمر) کے مقدمات قتل وجرح دفعات 302 تا 338 تعزیرات آزاد کشمیر کی سماعت دورکنی ممبران کے بجائے ایک رکنی عدالت سیشن جج یا جوڈیشل مجسٹریٹ کرے گا۔ گویا تحصیل فوجداری یا ضلعی فوجداری عدالت سے یہ اختیار

واپس لینے کے لیے چیف جسٹس ہائی کورٹ نے حکومت کو تحریک کر دی ہے۔ جبکہ ایسے مقدمات کی سماعت قبل ازیں تحصیل فوجداری اور ضلع فوجداری عدالتیں کرتی ہیں جن میں قاضی بطور ممبر کام کر رہا ہے۔ حکومت کو بجائے اس ترمیم کے یہ ترمیم کرنی چاہیے کہ جوینائل جسٹس سسٹم ایکٹ 2003 میں ترمیم کر کے سیشن جج اور جوڈیشل مجسٹریٹ کی عدالت کے بجائے الفاظ تحصیل فوجداری و ضلع فوجداری تبدیل کیا جانا چاہیے جو اسلامی فوجداری قوانین نفاذ ایکٹ 1974 کا تقاضا ہے اور آسان کام بھی ہے۔ جو دورکنی عدالت بالغ ملزمان کے مقدمات کی سماعت کر سکتی ہے اور نابالغ ملزمان کی سماعت پہلے سے کر رہی ہے، اسے بے اختیار بنانا ایک مہمل اور بے کار کام ہے اور اسلامائزیشن کے راستے کو کاٹنے والی بات ہے۔ تعزیرات آزاد کشمیر ایکٹ میں ترمیم کر کے نابالغان کے مقدمات کی سماعت بھی اسی عدالت میں رکھی جانی صحیح ہے۔

دوسری مثال: منشیات کے مقدمات 1974 سے آزاد کشمیر میں تحصیل فوجداری عدالت کے دائرہ اختیار سماعت میں رکھے گئے ہیں۔ جبکہ اب CNSA یعنی اینٹی نارکوٹکس ایکٹ کے تحت ان مقدمات کا اندراج ہونے لگا ہے اور اس کی سماعت ایڈیشنل سیشن جج / سیشن جج کو دیے جانے کے لیے تحریک کر دی گئی ہے۔ حالانکہ ایسی ترمیم کے بجائے CNSA ایکٹ کے تقاضوں پر عمل کرنے کے لیے الفاظ ایڈیشنل و سیشن جج کی جگہ ایڈیشنل ضلعی فوجداری و ضلعی فوجداری سے مبدل کرنے سے دورکنی عدالتی نظام میں ہی سماعت رکھی جانی قرین انصاف ہے۔ لیکن گنگا الٹی بہانے کی سر توڑ کوشش ہے۔ بلکہ اس سے بھی آسان یہ ہے کہ امتناع منشیات ایکٹ میں بھی مناسب ترمیم کر کے دفعہ 9 سی اور CNSA طرز کی دفعات شامل کی جا سکتی ہیں جن میں کوئی قانونی الجھن نہیں ہے۔

ایک اور مثال: حکومت آزاد کشمیر ATA (اینٹی ٹیررازم ایکٹ) کے تحت دہشت گردی کے مقدمات کی سماعت کے لیے سیشن ججز کو ATA کورٹس کا درجہ دے کر انہیں مزید با اختیار بنا رہی ہے۔ اس کا نتیجہ عملی طور پر یہ ہوگا کہ اندراج مقدمہ کے وقت قتل کے مقدمات میں تھوڑی سی ہوشیاری کے ساتھ ATA کی دفعات لگا کر ضلعی فوجداری عدالت کے اختیار سماعت سے نکال کر سیشن جج کی طرف مقدمہ کو پھیر دیا جائے گا جس سے دورکنی عدالتی نظام کے اختیارات از خود کم ہو جائیں گے۔ حالانکہ تعزیرات آزاد کشمیر میں ہی اس نوع کی دفعات بذریعہ ترمیم شامل کی جا سکتی ہیں اور یہ طریقہ قانونی اور فطری تھا جسے جان بوجھ کر اختیار نہیں کیا گیا۔ اس طرح دورکنی عدالتی نظام کے اختیارات سلب کرنے کی سیکولر سوچ کام کر رہی ہے۔ اس سلسلہ میں مؤقر علماء کرام نے اپنے بیانات اور تحریروں میں قادیانی عنصر کی بھی نشاندہی کی ہے کہ ایک اسلامی نظام جو کامیابی سے چل رہا ہے، تمام ضابطوں اور قواعد کے اندر رہ کر کام کر رہا ہے، اسے قادیانی طبقہ، ملحدین اور اسلام دشمن عناصر نشانہ بنانے کے لیے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اس نظام قضا کی برکت سے پورے خطہ کشمیر میں پرانے مقدمات قتل و جرح تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتے۔ جبکہ دیوانی مقدمات پچاس اور ستر سال پرانے ان عدالتوں میں تھوک کے حساب سے پائے جاتے ہیں۔